© rasailojaraid.com

کہنا یہ ہے کہ ملتِ اسلامیہ میں خوارج سے لیکر ' حششین تک ' اور قیدِ شریعت سے آزاد اہلِ طریقت سے لے کر قادیانیوں اور ذکریوں تک کیا عجیب سامانِ عبرت ہے۔ مذہب کے سوانگ رچانے اور ڈھونگ چلانے کے لیے ماہرین کو چند اہم نکات مل گئے ہیں' ان نکات کی بنا پر نت نئے فتنے لباسِ تقدس میں نمودار ہوتے ہیں۔ خوب جان و مال قربان کرتے ہیں' مگر خدا کے سچے سادہ دین سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ شیطان نے یہ حربہ نکالا کہ مذہب پسندوں کو نت نئے مذہب گھڑ کر دیے۔ میرا خیال ہے کہ کوئی خدائی دعویٰ بھی کرے تو اس کو اپنے حصے کے بے وقوف مل جائیں گے۔ ہر بت انسانوں کی تمنائیں پوری کررہا ہے' ہر قبر کو اسی مقصد کے لیے استعمال کیا جارہا ہے' بس اللہ میاں بیٹھے پکارتے رہیں کہ مجھ سے مانگو' میں دعائیں سنتا ہوں اور ان کے جواب دیتا ہوں (کارروائی کرتا ہوں) تمہاری حاجات پوری کرتا اور تم سے مصیبتوں کو دور کرتا ہوں' مگر تم میری آواز نہیں سنتے اور اپنی من مانیاں کرتے ہو۔ اچھا قیامت کے دن سب کچھ سامنے آجائے گا۔

(ن - ص)

تماشائی : مصنف ' م نسیم۔ ترتیب : ڈاکٹر سید عبدالباری وانتظار نعیم۔ ناشر: ادارہ ادبِ اسلامی ہند' ۲۴۴۸ بارہ دری شیرافگن ' بلیماراں' دہلی' ملنے کا پتہ : مرکزی مکتبہ اسلامی' بازار چتلی قبر' دہلی ۱۱۰۰۰۶۔ ضخامت ۲۵۰ صفحات۔ مجلد سادہ رنگین گرد پوش۔ قیمت ۵۰ روپے۔

کتاب حفیظ میرٹھی صاحب کے اس شعر سے منسوب کی گئی ہے۔

نہ ہوں حیران میرے قہقہوں پر مہرباں میرے
فقط فریاد کا معیار اونچا کرلیا میں نے

سچ یہ ہے کہ کتاب ہمہ تن فریاد ہے۔ اولاً مصنف کے خلاف (شاید زیادہ قصور مرتبین کا ہو) جس نے اس کتاب کو مجموعہ بنا دیا افسانوں' پیروڈیز' ناولٹ اور دیگر تخلیقات کا' یعنی ادبی آچار کا مرتبان جس پر لیبل لگا ہوا کہ اندر کیا کیا کچھ ہے۔ دوسرے کتاب فریادی ہے اپنے دور کے ادب نوازوں کی کہ جن پر رحم کھا کر جناب مصنف نے ۱۹۶۰ میں چھپنے والی اس کتاب کو ۳۰ سال تک روکے رکھا۔ محبانِ فن کی نزاکت احساس کا اتنا لحاظ کہ کہیں ان کے حساس ذہنوں کے آبگینوں میں چھید نہ پڑ سکیں۔ بس یہی چیز م نسیم صاحب کے بے نیازانہ ادبی مرتبے کو واضح کرتی ہے۔ اگر انھیں ادیبوں اور قارئین کے نازک سے اعصابی ریشوں کے جھیر جھیر ہوجانے کا خطرہ نہ ہوتا تو وہ اتنی کتابیں لکھ چکے ہوتے کہ تماشائی کے بجائے تماشا بن جاتے۔ اور بچارے انتظار نعیم کا احساس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بالکل ہی دوسرا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "اردو دنیا ایک عظیم فن کار کے جواہر پاروں سے محروم ہونے سے بچ گئی"۔ "سبحان اللہ! ارے بھائی دنیا جواہر پاروں کی فریفتہ نہیں ہے" اسے تو ادب میں ثقافتی پکوڑوں اور اجنبیت کے رس گلوں کا چسکا ہے۔

مصنف "سیلز گرل" میں جہاں کتنی ہی نامعقولیتوں کی طرف نہایت معقول انداز میں اثر انگیز اشارے کرتا ہے' وہاں اس کی جہاں بینی اور دیدہ وری بہت حیرت ناک ہے۔

مثلاً کہیں تو وہ غیر انسانی تمدن میں کسی ہوئی کسی شخصیت کے اندر سے اس کے فطری اور جبلّی تقاضوں کو ایک خاص تدریج کے ساتھ ابھار کر سامنے لے آتا ہے۔ جیسا کہ سیلز گرل کی دلچسپ کہانی میں ہے۔ یہ نفسیاتی عوامل کا جائزہ بھی ہے اور مادی تمدن اور فطرت کے پروردہ حقیقی انسان میں تصادم کا آئینہ دار بھی۔ کتنے ہی مرد اور کتنی ہی لڑکیاں ایسی ہوں گی جو اس تصادم کا عذاب بھگت رہی ہیں۔

دوسری بڑی اہم چیز جسے مقدمہ نگار حمید اللہ صدیقی صاحب نے ہماری کاوش کے لیے مخفی رہنے ہی نہیں دیا' وہ اردو مختصر افسانہ کے دفتروں کے مقابلے میں نہایت توجہ طلب مقام رکھتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ م نسیم صاحب ماحول کا تماشا کرتے ہوئے ایسے سادہ اور عام سے افراد کو لے کر عظیم کردار بنا دیتے ہیں کہ ان کی زندگی کے معمولی سے ظاہری پیرائے کے اندر نیکی اور خدمتِ انسانیت کی ایسی لمعہ افگن روشنی چھوٹی پڑتی ہے کہ ہم دم بخود رہ جاتے ہیں۔ معاملہ نورِ الٰہی کا لیجیے۔ اس کے تین لانچ چلتے ہیں۔ مگر اپنا رہن سہن معمولی ہے' بینک میں کوئی سرمایہ نہیں' وہ سودی لین دین کو حرام سمجھتا ہے۔ کوئی سمجھ نہیں پاتا کہ اس کی اتنی بڑی آمدنی کدھر جاتی ہے ـــــ نہ تاش' نہ جواء' نہ تماش بینی ـــــ عجیب راز ہے۔ جب وہ مرجاتا ہے تو قبرستان سے واپسی پر ملنے والی نوٹ بک کے اندر لکھے ہوئے کچھ نام پتے اور کچھ اعداد و رقوم' کچھ حدیثیں درج ہیں' تب اس کی پُراسراریت اور بڑھ جاتی ہے۔ آخر اس کا ایک قریبی دوست یہ راز کھولتا ہے کہ نورالٰہی بیواؤں کی امداد اور غریب بچوں کی فیس وغیرہ ادا کرتا تھا۔ افسانہ ایک اعلیٰ مقصد رکھتا ہے' مگر بظاہر صرف افسانہ ہے۔ اور قاضی ہاؤس کے ادھنے والا قصہ جسے کوئی کنسٹر تپائی پر چھوڑ گیا ہے۔ ہر ایک اگر اس ادھنے کو دیکھتا ہے اور گزر جاتا ہے۔ کئی دن بعد ایک بھنگی چار دن کی چھٹی کے بعد آتا ہے۔ اور جھاڑو دے کر ادھنہ اٹھا کر جیب میں ڈال لیتا ہے۔ خدا لگتی کہیے' کیا اثر ہوا آپ پر؟ تماشائی پیچھے پیچھے گیا کہ وہ کیا کرتا ہے۔ باہر ایک اپاہج دکھائی دیا۔ خاکروب نے ایک ادھنہ اپنے پاس سے ڈالا اور دو ادھنے اپاہج کے ہاتھ پر رکھ دیے۔ اب سوچیے کہ وہ بھنگی کتنا بڑا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انسان تھا۔

یہی خوبی اور افسانوں میں بھی ہے' مگر ہر جگہ رنگ دوسرا ہے۔ مزید افسانوں کے علاوہ پیروڈیز' ڈرامہ' ناولٹ اور مزاح کے صفحات کا بھی یہ حال کہ ہر گوشہ بساط (م نسیم نے بساط خانہ بھی چلایا) "دامان باغبان و کف گل فروش ہے"۔ "فضل ربی" میں مزاح کی ایک نئی روش نکالی گئی ہے' لطف ہی آگیا۔

مگر بھئی! ہم تبصرہ نگار وغیرہ نہیں' بس کتابوں کا شائقین سے تعارف کرا دیتے ہیں۔ آگے کتاب جانے اور کتاب خواں۔

خلاصہ یہ کہ پچھلے ۵۰ سال سے بادۂ ادب میں جنسیت اور بے حیائی اور یاوہ گوئی کے جو زہریلے اجزا انسانی ذہنیت کو تباہ کرنے کے لیے داخل ہوتے رہے ہیں اب خدا کے فضل سے گھٹیا جنسیت کے" "لولی پاپ" (صحیح تلفظ مجھے نہیں معلوم) کو چوستے رہنے والے ادب و فن کے مقابلے میں ایک نیا ادب تیزی سے نشوونما پا رہا ہے جس کا ہدف تعمیرِ انسانیت اور بحالیٔ اقدار ہے۔ اس نئے محاذ کے ایک قابل ترین جنرل کا نام م نسیم ہے جو اپنے ادبی محاذ سے مفرور ہے۔ کتاب "تماشائی" کے چھپنے سے امید ہوتی ہے کہ شاید ہمارے گم شدہ جنرل صاحب واپس آجائیں۔ کوئی کورٹ مارشل نہیں ہوگا۔ (ن - ص)

قرآنی ضوابط: از قلم پروفیسر احسان الحق چیمہ ایم اے ایل ایل بی' ناشر: ادارۂ معارف اسلامی' منصورہ لاہور۔ تقسیم کنندہ اور ملنے کا پتہ: المنار بک سنٹر' منصورہ' ملتان روڈ لاہور۔

احسان الحق چیمہ صاحب کی کتاب بڑی دلچسپ ہے۔ خصوصاً ابتدائی اوراق کھولتے ہی ان کا مضمون کچھ اپنے بارے میں نظر پڑا۔ پھر لفظوں نے نظروں کو ایسا پکڑا اور پکڑ کر تاآخر نظروں کو رہائی ملی' مگر اب دماغ میں کھد بد ہونے لگی۔

اس طرح باب اوّل میں بطور مسلم کام کرنے کا ڈھنگ بتایا ہے' جس کا پہلا سبق یہ ہے کہ "اپنا طرزِ زندگی بدلیں۔" بس پھر پورے دس ابواب میں قرآنی ہدایات و تعلیمات کے ساتھ ساتھ اپنے دلچسپ تجربات و مشاہدات اور بزرگانِ سلف کی حکایات مل جل کر پڑھنے والے پر بڑا اثر کرتے ہیں' کیونکہ کہنے والے کا انداز پُرخلوص ہے۔ مختصراً اس کتاب میں چیمہ صاحب نے بڑی اچھی زبان میں (ماسوا اس کے کہ وہ "بیمار شیمار" لکھتے ہوئے اردو سے پھسل کر پنجابی میں چلے گئے

© rasailojaraid.com